حقوقِ والدین اور اولاد

قرآن اور احادیث کی روشنی میں

تالیف و ترتیب

مولانا جعفر علی سبحانی

ناشر

محمد امین مرچنٹ

وکیل حضرت آیت اللہ العظمیٰ السید علی حسینی السیستانی دام ظلہ العالی

With Compliments
From
MOHAMMAD AMIN MERCHANT

حقوقِ والدین اور اولاد

قرآن اور حدیث کی روشنی میں

ترتیب و تالیف:

مولانا جعفر علی سبحانی

سلسلہ تربیتِ اسلامی نمبر 7

ناشر

محمد امین مرچنٹ

(وکیل آیت اللہ العظمیٰ السید علی حسینی السیستانی)

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

عنوان کتاب : حقوقِ والدین اور اولاد

قرآن اور حدیث کی روشنی میں

ترتیب و تالیف : مولانا جعفر علی سجانی

(سرپرست انجمنِ انصاران اہلبیت،

اہلیان استور، مقیم کراچی)

سلسلہ تربیتِ اسلامی : نمبر 7

صفحات : 50

مطبع : نقی پرنٹرز

طبع اول : جون 2004ء

تعداد : 1000

ناشر : محمد امین مرچنٹ

(وکیل آیت اللہ العظمیٰ السید علی حسینی السیستانی)

G-300 زہرا گارڈن، شاہنواز بھٹو روڈ، سولجر بازار، کراچی

7212451 - 7235433

فہرست

مضامین	صفحہ نمبر
عرضِ مؤلف	5
پیش لفظ	6
عرضِ ناشر	9
تقریظ	12
حقوقِ والدین اور اولاد	14
قرآن میں والدین کی ملکوتی نشانیاں	14
والدین کے احترام کی حدود	19
والدین کے حقوق اور اطاعت احادیثؐ کی روشنی میں	21
بیٹے کے فرائض	21
ان چیزوں کے ترک کرنے کی اجازت نہیں	22
ماں سے نیکی کرنے کی تاکید	22
ماں کی رضائیت جہاد سے بہتر ہے	22
ماں باپ سے نیکی کرنے والے کی عظمت	23
آباؤ اجداد سے نیکی کا بدلہ	23
رحمتِ خدا کا نزول	23

چار عظیم صفات 24
والدین سے نیکی کرنا واجب ہے 24
ان اشخاص کی دُعا رد نہیں ہوتی 24
ماں باپ کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھنے کا ثواب 25
ماں باپ سے نیکی وسعتِ رزق کا سبب بنتی ہے 25
والدین کا شکریہ ادا کرنا 25
والدین کیلئے مغفرت طلب کرنا 26
ماں باپ کا نافرمان، جنت کی خوشبو نہیں سونگھ سکتا 26
اولاد کے حقوق ماں باپ پر 27
حُسنِ تربیت 30
اخلاق و آداب 32
تربیتِ تکریم و تحسین 35
محبت و شفقت 37
اظہارِ محبت 40
محبت کام نکالنے کا ذریعہ نہیں 41
محبت جو تربیت میں حائل نہ ہو 41

عرضِ مؤلف

یوں تو ملتِ تشیع میں اس موضوع پر بیش بہا کتابیں موجود ہیں لیکن یہ کتابیں ملت کے تمام افراد کی دسترس سے باہر ہیں، کیونکہ اس موضوع پر زیادہ تر کتابیں یا تو عربی زبان میں ہیں یا تو فارسی زبان میں اگر اردو زبان میں ہیں تو بھی اس قدر قیمتی ہیں کے غریب لوگ خرید نہیں سکتے جسکی وجہ سے ہماری ملت کا زیادہ تر طبقہ تعلیماتِ آلِ محمدؐ سے اور قرآن مجید کی تعلیمات سے محروم ہے، ہمارے محترم بھائی محمد امین مرچنٹ صاحب جو وکیل ہیں، حضرت آیت اللہ آقائے سیستانی مدظلہ العالی کے، انھوں نے اس ضرورت کو محسوس کیا اور اپنے دفتر کے ذریعے مختلف موضوعات پر کتابچے شائع کر کے عوام میں مفت تقسیم کرنا شروع کیئے جو ایک بہت ہی بڑی خدمت ہے، میں نے بھی اس کتاب کو محترم محمد امین صاحب کے کہنے پر تالیف کا شرف حاصل کیا اللہ تعالیٰ محترم محمد امین صاحب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے اور ہم سب کو آلِ محمدؐ کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

اس کتاب کی تالیف میں جن کتابوں سے استعفادہ کیا گیا ہے درج ذیل ہیں:

کتاب:	مصنف:
(1) تفسیر موضوعی	آیۃ اللہ جعفر سبحانی
(2) آئین تربیت	آیۃ اللہ ابراہیم امینی
(3) اصولِ تربیت	علامہ سید ابن حسن نجفی
(4) ارشاداتِ رسولؐ	فضل اللہ کمپانی

پیش لفظ

حجۃ الاسلام والمسلمین جناب محمد حسین رئیسی

(پیش نماز محفلِ مرتضیٰ پی ای سی ایچ ایس کراچی (مدرّس محفلِ معصومین کراچی)

خداوند عالم کے عظیم احسانات کے بعد دوسرا درجہ ماں باپ کے احسانات کا ہے جن کی پرورش و تربیت میں الٰہی ربوبیت کی جھلک نظر آتی ہے۔ چنانچہ گوشت اور پوست کے ایک لوتھڑے کو کامل انسان بنا کر ہی دم لیتے ہیں۔ ایک طرف اس کی شفیق ماں اپنے آرام و راحت کو قربان کرتی ہے یہاں تک کہ راتوں کی نیند اور دن کا سکون سب کچھ قربان کر کے اسے چلنے پھرنے اور بولنے کے قابل بناتی ہے۔ دوسری طرف مہربان باپ تعلیم اور اخلاقی تربیت کے لئے خون پسینے کی کمائی سے اسے علم و ہنر اور اخلاق سے آراستہ کرتا ہے۔

لہذا اگر شریعت کا تاکیدی حکم نہ ہوتا تو بھی حق شناسی اور شکر گزاری کا تقاضہ یہ ہے کہ ان کے مسلسل، بے غرض اور بے عوض احسانات کے بدلے میں ان کے حقوق کا احترام کرتے ہوئے ان کی عزت کو خود پر لازم قرار دیا جائے جبکہ شریعت نے اس بات کا تاکیدی حکم دیا ہے۔ چناچہ ارشاد ہوتا ہے:

"تمہارے پروردگار کا یہ فیصلہ ہے کہ اس کے سوا کسی کی پرستش نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔"

اس آیت میں ربوبیت حقیقی کے ساتھ ربوبیتِ مجازی کا ذکر کیا گیا ہے۔ علماء بخوبی جانتے ہیں کہ عربی زبان میں "بالوالدین" کو "با" کے ساتھ متعدی کرنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ صرف پیسہ دے کر یا بلا ضرورت نوکر کے ذریعہ خدمت کروانا کافی نہیں ہے۔ بلکہ خود بنفس نفیس اپنے ہاتھوں سے خدمت کرے چونکہ ان دونوں نے بھی خود ہماری تربیت وپرورش کی ہے۔ اب عالم ضعیفی میں یہ دونوں بھی اولاد سے توقع رکھتے ہیں۔ ان کی خوشی اسی میں محدود ہے کہ اولاد خود آگے بڑھ کر ان کو سہارہ دے۔ نیز والدین کے حقوق صرف زندگی تک محدود نہیں ہیں بلکہ مرنے کے بعد بھی برقرار رہتے ہیں بلکہ مزید بڑھ جاتے ہیں۔

دوسری طرف بعض اوقات والدین بھی اولاد کے مسئلے میں دینی فریضے کے حوالے سے لاعلم ہیں۔ حصولِ دنیا کی خاطر تو بہت فکر مند نظر آتے ہیں لیکن حصول آخرت کی طرف سے غافل ہوتے ہیں۔ اولاد کی شریعتِ مقدسہ کی تعلیمات کے مطابق تربیت ہو تو قیامت میں والدین کی بخشش کا سامان بن سکتی ہے۔ لیکن والدین کی طرف سے اگر کوتاہی رہے تو قیامت میں اولاد والدین کا گریبان پکڑ کے خدا کے سامنے شکایت بھی کرسکتی ہے۔ لہذا والدین کے لئے ضروری ہے کہ فانی دنیا کے ساتھ باقی رہنے والی آخرت کو حاصل کرنے کے طریقے سے بھی بچوں کو آگاہ کریں۔

ہماری سب سے بڑی غلطی یہ ہوتی ہے کہ دنیا کے حصول کو شروع ہی سے بچے کی فطرت میں راسخ کردیتے ہیں، بُری حرکتوں کو پیار ومحبت یا بچہ سمجھ کر درگزر کردیتے ہیں اور پھر آخرت میں دریا کی دھار کا رخ بدلنے کی لاحاصل کوشش کرتے ہیں۔ اس وجہ سے اولاد اکثر نافرمان ہوجاتی ہے۔ اس لئے ہمیں شروع ہی سے عفوودرگزر، محبت احترام، اور نیکی کا حکم دینا چاہیے تاکہ یہ صفات فطرت کا حصہ بن سکیں اور غیبت، حسد، گالی

گلوچ سمیت تمام برائیوں سے شروع ہی سے منع کرنا چاہیے تاکہ یہ برائیاں جڑ نہ پکڑ سکیں۔

موجودہ دور میں جہاں ہر طرف معاشرہ میں اخلاقی تباہی مچی ہوئی ہے وہاں والدین اور اولاد کے مقدس رشتہ پر بھی واضح فرق پڑا ہے۔ بہت سے لوگ اس الٰہی فریضے سے کماحقہ آگاہی نہیں رکھتے ہیں۔ اس اعتبار سے اقبلہ جعفر علی سبحانی صاحب جو قم مقدسہ سے فارغ التحصیل، مستند عالمِ دین اور کامیاب صاحب محراب و منبر ہیں، ان کی یہ کوشش قابلِ صد ستائش ہے۔ آپ نے اس مختصر مگر مفید کتابچہ میں آیات اور احادیث کی روشنی میں اس موضوع کی اہمیت کو واضح کیا ہے اور لوگوں کو اس اہم موضوع کی طرف دعوت فکر دی ہے۔

یہاں پر برادر عزیز محمد امین مرچنٹ دامت برکاتہ کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں، جو معاشرے پر پڑنے والے اثرات سے آگاہی رکھتے ہیں، اور آیت اللہ العظمیٰ سید علی سیستانی کے وکیل کی حیثیت سے مختلف موضوعات پر علماء سے کتابچے تحریر کروا کر مومنین تک مفت پہنچاتے ہیں اور کافی عرصے سے بہت ساری خدمات کے ساتھ اس اہم خدمت میں مصروف ہیں۔ خدا آپ دونوں کی خدمت کو قبول کرے اور مزید خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے تاکہ یہ سلسلہ جاری رہے۔

والسلام الاحقر

محمد حسین رئیسی

عرضِ ناشر

آج کل معاشرہ تنزل پذیر ہے، میڈیا کے ذریعے بیرونی تہذیب وثقافت کی یلغار ہمارے ذہنوں کو بُری طرح متاثر کررہی ہے۔ اس میں وہ لوگ جو مذہب سے دور ہیں، اپنے بچوں کی تربیت سے بے گانہ ہیں۔ بچے جن کا ذہن کچے لوہے کی مانند ہوتا ہے اسے جسطرح موڑا جائے مڑ جاتا ہے۔ وہ اس میڈیا سے بے حد متاثر ہو رہے ہیں۔

بچے کی ایک خاص خصوصیت اس میں جستجو کا مادہ ہوتا ہے

اک جستجو وشوق ہے اسکی نگاہوں میں
بچہ ہے محل میں یا پڑا ہے وہ راہوں میں

بچوں میں یہ خاص بات ہوتی ہے کہ وہ اپنے والدین سے بے حد محبت کرتے ہیں، والدین کے بغیر وہ ایک قدم بھی نہیں چل سکتے، والدین کو بھی ان سے بے حد محبت ہوتی ہے۔

اُس لمحے پر نثار زمانے کی ہر خوشی
بیٹی لپک کے آتی ہے جب میری بانہوں میں

ایسی صورت حال میں بچوں کی صحیح تربیت کر کے انکو موجودہ دور کی تہذیب و ثقافت سے (جس میں غلاظت وگندگی بھری ہوئی ہے) آسانی سے بچایا جاسکتا ہے اور انہیں صحیح اسلامی تربیت دی جاسکتی ہے۔

یہ وہ دور ہے کہ جس میں اگر ہم نے اپنے بچوں کی صحیح طرح تربیت نہیں کی تو

ہمیں اسکے نتائج بہت بُرے بھگتنے پڑینگے۔

اس سلسلے میں کہنا چاہوں گا کہ میرے پاس کئی بوڑھی خواتین جو امداد لینے کے لئے آتی ہیں، جب میں ان سے انکی اولاد کے بارے میں پوچھتا ہوں تو وہ جو کچھ اپنے بیٹوں کے بارے میں بتاتی ہیں وہ نہایت افسوس ناک اور عبرت انگیز ہے، وہ اپنے بیٹوں کو جنکی شادی ہو چکی ہوتی ہے انھیں بُرا بھلا کہتی ہیں، مثلاً جب سے بیٹے کی شادی کی ہے وہ ہمیں پوچھتا ہی نہیں ہے یا جب سے شادی ہوئی ہے اس نے ہماری طرف مڑ کر ہی نہیں دیکھا۔ بعض خواتین کہتی ہیں کہ اس سے بہتر تھا کہ ہمارا بیٹا ہی نہیں ہوتا۔

جو اپنا خون ہو اس شخص کو ہی اجنبی کہنا
بہت مشکل ہے ایسی زندگی کو زندگی کہنا (علی آذر)

کیا یہ ہمارے بگڑے ہوئے معاشرے کا قصور ہے؟ یا ہماری تربیت کا؟ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے بچوں کو خود رو گھاس کی طرح بڑھنے نہ دیں بلکہ انکی باقاعدہ تربیت کریں، کیونکہ بچے تو ہر صورت میں بڑے ہو جاتے ہیں۔

سونے کا نوالہ ہو یا سوکھی ہوئی روٹی
بچہ تو بہر حال ہی پل جاتا ہے یارو (علی آذر)

اس سلسلے میں گذارش کرنا چاہوں گا کہ اکثر بیٹیاں باپ سے زیادہ پیار کرتی ہیں اور بیٹے ماں کے قریب ہوتے ہیں، تربیت کے سلسلے میں اس نقطے کو مدِ نظر رکھنا چاہیے، اور خاص طور پر والدین کو Generation Gap کو نظر انداز کر کے اپنے بچوں کے ساتھ دوستوں کی طرح پیش آنا چاہیے، اور انہیں اچھی بُری بات سمجھانی چاہیے، کیونکہ یہ وہ زمانہ نہیں جہاں بچوں کے ساتھ سختی اور مار پیٹ سے پیش آیا جائے، البتہ جو بچہ شریعتِ محمدیؐ سے روگردانی کرے اسکے ساتھ سختی لازم ہے۔

ماں اور باپ کی جو تخصیص میں نے بتائی اسکے باوجود یہ دیکھا گیا ہے کہ بچے چاہیں وہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں ماں سے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔

ہے سب کچھ پاس اُس کے صرف اس کی ماں نہیں آذر
وہ بچہ گود میں ہے باپ کی، لیکن مچلتا ہے

لہذا ماں کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت میں زیادہ کردار ادا کرے۔اس سے مثبت نتائج نکلنے کا امکان ہوتا ہے۔

مولانا جعفر علی سبحانی ایک مدرس اور پیش امام ہیں، ہماری درخواست پر انھوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے اور موضوع کا حق ادا کردیا ہے۔

یہ "تربیتِ اسلامی" کی ساتویں کتاب ہے، ہم سے اکثر خواتین وحضرات یہ کتابچے زیادہ تعداد میں اپنے مرحومین کے ایصالِ ثواب کے لئے لینے آتے ہیں اور انکی قیمت ادا کرنے کے لئے بھی تیار ہوتے ہیں، ہم چونکہ یہ کتابچے بلا معاوضہ تقسیم کرتے ہیں اس لئے ہمیں ان سے معذرت کرنی پڑتی ہے، لیکن اب ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ جن لوگوں کو ایصالِ ثواب کے لئے ان کتابچوں کی ضرورت ہوگی ،انہیں ہم یہ کتابچے اُسی قیمت پر فراہم کرینگے، جو کتاب کے چھپنے میں لاگت آئی ہے،(اسی لیے ہم ہمیشہ کی نسبت زیادہ کتابچے چھپوا رہے ہیں)اس کے علاوہ پرانے کتابچے بھی ہم نے فوری طور پر چھپوانے کا بندوبست کیا ہے۔

والسلام الاحقر

محمد امین مرچنٹ

تقریظ

از حجۃ الاسلام والمسلمین شیخ محمد علی راشدی

تربیتِ اسلامی کی ساتویں کتاب ''حقوقِ والدین اور اولاد'' مولانا جعفر علی سبحانی نے لکھی ہے آپ نے قم سے تعلیم حاصل کی ہے اور مدرس و پیش امام ہیں۔

بعض علماءِ کرام ایسے ہوتے ہیں جن سے مذہبی گفتگو کرنے میں بہت لطف آتا ہے، مولانا جعفر علی سبحانی جب کہیں بیٹھے ہوتے ہیں تو اکثر لوگ ان کو گھیر لیتے ہیں اور ان سے مذہبی گفتگو کرتے ہیں، اور طرح طرح کے سوالات پوچھتے ہیں، اور وہ خندہ پیشانی سے ہر سوال کا جواب دیتے ہیں۔ اس نوجوانی کے عالم میں ان کی علمی وسعت کو دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوتی ہے۔

''حقوق والدین اور اولاد'' کے متعلق جب کتابچہ میرے پاس تقریظ لکھنے کیلئے آیا تو پہلے میں نے سوچا کہ بغیر کتاب پڑھے تقریظ لکھ دوں، لیکن پھر میرا دل نہیں مانا اور میں نے کتاب پڑھی یقین جانیئے مجھے اس کتاب میں کسی قسم کی تبدیلی کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ مختصر جامع اور To the Point یہ کتابچہ قارئین کرام کی

صحیح رہنمائی کرے گا۔

بچوں کی صحیح تربیت کی ہر دور میں ضرورت رہی ہے لیکن اس دور میں بچوں کی صحیح رہنمائی اور تربیت کرنے کی جس قدر ضرورت ہے پہلے کبھی نہیں تھی بگڑتے ہوئے ماحول میں اکثر مذہب سے محبت رکھنے والے والدین اپنے بچوں کی تربیت کے سلسلے میں پریشان ہیں۔

میں برادر عزیز محمد امین مرچنٹ (وکیل آیۃ اللہ سیستانی) کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے زوال پذیر معاشرے کو دیکھ کر انسان کے نفس کی بیماریوں اور موجودہ حالات میں درپیش مسائل پر کتابچے لکھوانے شروع کیئے **(1)** آدابِ میت **(2)** غیبت **(3)** عفو و درگزر **(4)** عزاداری **(5)** آدابِ نکاح و طلاق **(6)** حقوق زوجیت **(7)** حقوق والدین اور اولاد۔ اور اس کے علاوہ بے شمار موضوعات پر کتابچے لکھوا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کو اس کا اجر دیگا اور میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی توفیقات میں اضافہ کرے تا کہ وہ اس خدمت کے علاوہ جتنی دینی خدمات کر رہے ہیں اس سے کئی گنا زیادہ خدمات کر سکیں۔

والسلام دعا گو:

محمد علی راشدی

(مسجد عابدیہ سینٹر A-2 ملیر کراچی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حقوقِ والدین اور اولاد

قرآن اور احادیث کی روشنی میں

والدین کی خدمت اور ان کے لئے ایثار و جانثاری سے بڑھ کر دنیا میں کوئی دوسری خدمت اور ایثار و قربانی نہیں، دوسروں کے لئے کوئی انسان اس سے بڑھکر خدمت انجام نہیں دے سکتا، زندگی کے ابتدائی مراحل میں انسان کی ہستی اور اس کا وجود، ان دو سرپرستوں کی جانفشانیوں کی مرہونِ منت ہوتی ہے، چنانچہ ضمیر کا تقاضہ یہ ہے کہ ان سے مہر و محبت سے پیش آیا جائے ساری زندگی ان کے احترام کو ملحوظ رکھنا چاہیے، آج معاشرے میں جو محبت اور حُسنِ سلوک والدین اور اولاد کے درمیان نظر آتا ہے وہ ہر طور پر قابل تعریف ہے یہ امر مغربی اقوام کے لئے باعثِ تعجب ہے۔

قرآن میں والدین کی ملکوتی نشانیاں

قرآنِ مجید نے والدین کے ملکوتی کوائف کی تصویر کھینچی ہے، اور طرح طرح سے ان کے مقام اور مرتبے کو اجاگر کیا ہے۔ ان کا خلاصہ اس طرح پیش کیا جاسکتا ہے۔

قرآنِ مجید نے چھ آیات میں حکم دیا ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ احسان کرو سورۂ بقرہ آیت 83 "وبالوالدین احسانا" کہہ کر، سورۂ نساء آیت 36 "واعبداللہ ولا

تشر کو بہ شیئا وبالوالدین احسانا"، سورہ انعام آیت 151 میں یہ کہہ کرارشاد ہوا"قل ماحرم ربکم علیکم الاتشر کوا بہ شیا وبالوالدین احسانا" سورہ بنی اسرائیل میں کہہ کرارشاد ہوا آیت 23 "وقضی ربک الا تعبدو الا ایاہ وبالوالدین احسانا"۔

سارے آسمانی پیغمبروں کی دعوت کی بنیاد یہ رہی کہ ہم ذات واحد کی عبادت کریں اور اس کے غیر کی پرستش سے پرہیز کریں۔ سارے انسانوں کی نشوونما اور ارتقاء کی ضامن توحید اور یکتا پرستی ہے اور انبیاء کرام کے دوسرے احکام درحقیت اسی مقدس حدف کی تکمیل کے لئے ہیں۔

والدین کے مقام کے بلند وبالا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ قرآن تین جگہ توحید کے بعد والدین سے نیکی کرنے کا ذکر کرتا ہے، اس حکم سے اندازہ ہوتا ہے کہ خدا کی عبادت کے بعد ان دو بزرگ سرپرستوں کا احترام اہمیت میں دوسرے درجہ پر ہے، یعنی اگر خداوندِ عالم انسان کو پیدا کرنے والا اور خالق ہے تو والدین انسان کے وجود کے مربّی اور اس کی بیشتر صلاحیتوں اور خوبیوں کی نشوونما کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے: "وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا" خدانے حکم دیا ہے، ترجمہ: "ہم اس کے علاوہ کسی کی پرستش نہ کریں اور والدین کے ساتھ نیکی کریں"۔ (خدا کا شریک قرار نہ دو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو) دو موقعوں پر شرک سے منع کرنے کے بعد یعنی توحید کی طرف متوجہ کرکے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا ذکر ہے۔ "ولا تشر کو بہ شیئا وبالوالدین احسانا" ترجمہ: (خدا کا شریک قرار نہ دو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو) قرآن میں والدین کے حقوق کا ذکر اس طرح ہے کہ خدا کا شکرادا کرنے اور والدین کا شکریہ ادا کرنے کا یکجا ذکر ہے۔

ارشاد خداوندی ہے "ان شکرلی ولوالدیک الی المصیر" (میرا اور اپنے والدین کا شکر گزار رہ تیری بازگشت میری طرف ہے) چند ایک آیات میں خصوصی توجہ دلانے کے لئے صالح اور نیک افراد کے حوالے سے بیان ہے، کہ وہ اپنی دعاؤں میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے تھے کہ ان کو توفیق عطا فرمائے کہ ان نعمتوں کا شکر ادا کریں جو خود ان پر اور ان کے والدین کو عطا کی گئی تھیں، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے "رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلیٰ والدی" (پروردگار مجھے طاقت عطا فرما کہ میں ان نعمتوں کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر ارزانی کی ہیں) ان آیات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اولاد اور والدین میں ایسی یگانگی کارفرما ہے کہ جو نعمت خداوند عالم نے والدین کو عطا کی ہے، وہ اس طرح ہے گویا خود بیٹے کو ملی ہو چنانچہ انسان کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنی طرف سے بھی اور اپنے والدین کی طرف سے بھی شکر ادا کریں۔ اسی بنیاد پر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ پر اپنی نعمتوں کا ذکر کرتے وقت کہتا ہے وہ ان نعمتوں کو یاد رکھیں جو اس نے ان کو اور ان کی والدہ کو عطا فرمائیں، ارشاد خداوندی ہے کہ "اذکر نعمتی علیک وعلیٰ والدتک" (اُس نعمت کو یاد کرو جو ہم نے تم کو اور تمھاری والدہ کو عطا کی) سورۂ مائدہ آیت 110۔ قرآنِ مجید حضرت عیسیٰؑ کی مخلص شخصیت کی نشاندہی کرتے ہوئے اس نکتے کو اُجاگر کرتا ہے کہ آپؑ اس بات پر فخر کرتے تھے کہ خداوندِ عالم نے آپؑ کو اپنی والدہ کے لئے رؤف اور مہربان کہا، جیسا کہ ارشاد ہے "وبرا بوالدتی ولم یجعلنی جبارا شقیا" (مجھے میری والدہ کے ساتھ نیکی کرنے والا قرار دیا ہے اور نافرمان نہیں بنایا) سورۂ مریم آیت 32۔

قرآن یاد دہانی کرواتا ہے کہ والدین سے محبت اور مودّت صرف ان کی زندگی تک محدود نہیں رہنی چاہیے، بلکہ ان کے انتقال کے بعد بھی ان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔

خداوند تعالیٰ سے ان کے لیۓ مغفرت طلب کرتے رہنا چاہیے، چنانچہ حضرت نوحؑ کی زبانی قرآن میں ارشاد ہوا "رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مومنا" (پروردگار بخش دے مجھے، میرے والدین کو، اور جو میرے گھر میں ایمان کے ساتھ داخل ہو) سورۂ نوح آیت 28

کعبہ کی تعمیر کے بعد حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے فرمایا:

"رب اغفرلی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب" (پروردگار مجھے میرے والدین کو اور مومنین کو روزِ حساب بخش دینا) سورۂ ابراہیم آیت 41۔ اس مقام پر حضرت امام صادقؑ کے اس کلام کی قدر و قیمت واضح ہوتی ہے، جس میں آپؑ فرماتے ہیں کہ والدین کی موت خدمات ختم ہونے کا سبب نہیں ہونی چاہیۓ، بلکہ ان کی موت کے بعد بھی ان سے نیکی کرتے رہنا چاہیے، ان کے لئے نماز پڑھنا، روزہ رکھنا اور حج کرنا چاہیے، خداوندِ تعالیٰ نے جو ثواب اُن کیلئے مقرر کیا ہے وہی بیٹے کو بھی ملے گا۔ پیغمبرؐ گرامی نے فرمایا تم میں نیک وہی ہے جو اپنے ماں باپ سے ان کی موت کے بعد بھی نیکی کرے۔ اس بات کی وضاحت کے لئے والدین سے نیکی اور محبت صرف اس حد تک محدود نہیں کہ ان کے سامنے مسکراتے رہنا چاہیے اور ان سے صرف میٹھے بول بولنے چاہیے، اگرچہ ان باتوں کی بھی بہت اہمیت ہے، قرآنِ مجید میں واضح طور پر حکم دیا گیا کہ والدین کی زندگی کے بارے میں فکر مند رہا کرو اور مالدار اولاد کو چاہیے کہ وصیت کرے کہ ایک اچھی رقم ان کے والدین کو بھی ملے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"ان ترک خیرا ن الوصیہ للوالدین" (اگر مال چھوڑ جائیں تو والدین کے لئے وصیت کریں) سورۂ بقرہ آیت 180۔ نہ صرف کچھ رقم کی وصیت کا حکم دیتا ہے بلکہ مال خرچ کرنے کے لئے والدین کے انتخاب کو بہتر قرار دیتا ہے، جیسا کہ ارشاد خداوند تعالیٰ

ہے "قل ما انفقتم من خیر وللوالدین" (پوچھتے ہیں کہ راہ خدا میں کیا خرچ کریں کہہ دو ماں باپ پر اپنے مال میں سے خرچ کرو) سورۂ بقرہ آیت 215

والدین ضعیفی میں اولاد کی مدد کے سب سے زیادہ محتاج ہو جاتے ہیں اس سن وسال میں ان کی مدد کی بے حد ضرورت ہوتی ہے، ان حالات میں ان سے سخت سُست بات کرنا ان کی تکلیف کا باعث ہوگا وہ تو اس بات کی امید رکھتے ہیں، کہ جس دور میں ان کے قوائے جسمانی جواب دے چکیں ان کا مقام اور احترام بہر حال ملحوظ رہے، چنانچہ قرآن ان باتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے خصوصی حکم دیتا ہے:

"اما یبلغن عندک الکبیر احدهما او کلاهما فلا تقل لهما اف ولا تنهرهما وقل لهما قولا کریما" (اگر ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے ایسی بات نہ کہو جو ان کو آزردہ کردے ان سے تند بات نہ کرو بلکہ نرمی سے بات کرو) سورۂ بنی اسرائیل آیت 23

قرآنِ مجید ماں سے محبت کو اُجاگر کرنے کیلئے ارشاد فرماتا ہے:

"واخفض لهما جناح الذل من الرحمة وقل رب ارحمهما کما ربیانی صغیرا" (اپنی محبت کے بال و پر ان کے لئے بچھا دے اور کہہ، پروردگار جس طرح انھوں نے میری بچپن سے پرورش کی ہے اپنی رحمت ان پر نازل فرما) سورۂ بنی اسرائیل آیت 24۔

امام جعفر صادق علیہ السلام ان دو مختلف ذمہ داریوں کے بارے میں فرماتے ہیں، کہ اگر وہ تجھ کو ملول ورنجیدہ کریں تو یہ نہ کہہ میں تم سے ملول اور آزردہ ہوں، اگر تجھے دکھ پہنچائیں تو ان کو ذرا دھمکا نہیں ان سے پرخاش نہ رکھ ان کے بارے میں کہہ خدایا ان کو بخش دے، ان کے ساتھ ملائمت اور نرمی سے بات کر ان کو کھلی باہوں سے قبول کر

ان کی طرف صرف مہربانی کی نگاہ کر اپنی آواز ان کی آواز سے بلند نہ کر، اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ پر رکھ، راہ چلتے ہوئے ان سے آگے نہ ہو (تفسیر برہان جلد 2 صفحہ 413)

والدین کے احترام کی حدود

قرآن نے بیشک واضح الفاظ میں والدین کی عظمت واحترام برقرار رکھنے کے لئے ان کی اطاعت وفرماں برداری کی اولاد کو ترغیب دی ہے، مگر ایک قابلِ توجہ نکتہ ایسا بھی ہے جس کی طرف قرآن نے رہنمائی کی ہے، یعنی یہ کہ والدین کے لئے اولاد کی محبت ایسی اندھی نہیں ہونی چاہیے کہ انصاف کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے اگر وہ ظالم اور جابر ہوں تو اولاد کو ان کے خلاف حق گوئی سے نہیں رکنا چاہیے، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

"یاایھاالذین امنو کونو قوامین بالقسط شھد اءَ للہ ولو علی انفسکم اولو لدین ولاقربین" (ترجمہ: اے اہلِ ایمان انصاف کو قائم رکھو، اسکے لئے گواہی دو اگرچہ تمھارے یا تمھارے ماں باپ اور رشتہ داروں کے خلاف ہوں)

(سورۂ نساء آیت 135)۔

اگر ماں باپ شرک وبت پرستی اور جادۂ حق سے انحراف کی دعوت دیں تو چاہیے، کہ ان کے مقابلے میں مزاحمت کا انداز اختیار کرے، بیٹا ہونا اسے حقیقت کے برعکس راستے پر نہ لے جائے جیسا کہ حکم خداوندی ہے:

"وان جاھدک علی ان تشرک بی مالیس لک بہ علم فلا تطعھما" (ترجمہ: اگر وہ دونوں کوشش کریں کہ اس چیز کو جس کا تجھے علم نہیں میرا شریک قرار دیں تو پھر ان کی اطاعت نہ کر) (سورۂ لقمان آیت 15)

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام ایک مختصر سے جملے میں والدین کی محدود

اطاعت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: باپ کا بیٹے پر حق یہ ہے کہ وہ اس کی ہر چیز میں اطاعت کرے، سوائے ایسے موقعوں پر جو گناہ اور اللہ کی نافرمانی شمار ہوتے ہیں۔

ایک عیسائی نوجوان اسلام لایا اور مراسم حج کے بعد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے اپنے گھر کے حالات بیان کئے اور کہا اس کی ماں نابینا ہے امام علیہ السلام نے فرمایا، ''اپنی ماں کا خاص خیال رکھ اور اس سے نیکی کا سلوک کیا کر، جب وہ انتقال کر جائے تو تو ہی اس کی تجہیز و تکفین کرنا، مجھ سے اپنی اس ملاقات کا کسی سے ذکر نہ کرنا یہاں تک کے منیٰ میں تجھ سے میری ملاقات دوبارہ ہو''۔

نومسلم جوان کہتا ہے، کہ جب منیٰ میں آیا تو لوگوں نے آپ کو ہر طرف سے گھیر رکھا تھا اور مختلف سوالات کر رہے تھے اور آپؑ کی کیفیت یہ تھی کہ گویا کوئی چھوٹے بچوں کو درس دے رہا ہو، میں کوفے واپس گیا اپنی ماں سے اور زیادہ التفات سے پیش آنے لگا اس کی زیادہ خدمت کرنے لگا، اس کو خود کھانا کھلاتا اور اس کے لباس کا خاص خیال رکھتا میری ماں کہنے لگی بیٹا تو بدل گیا ہے، پہلے جب تو ہمارے دین میں تھا تو مجھ سے ایسا عمدہ سلوک نہیں کرتا تھا جس دن سے تو مسلمان ہوا ہے اس قسم کا نیک سلوک کرنے لگا ہے اس تبدیلی کی وجہ کیا ہے میں نے کہا پیغمبرؐ کے ایک فرزند نے مجھے ایسا ہی حکم دیا ہے ماں نے کہا کیا وہ پیغمبرؐ ہے، میں نے کہا نہیں وہ فرزند پیغمبرؐ ہے ماں نے پھر اصرار کیا کہ نہیں وہ پیغمبرؐ ہے کیونکہ اس قسم کا حکم پیغمبرؐ ہی دیا کرتے ہیں، میں نے کہا ماں ہمارے پیغمبرؐ کے بعد اب کوئی پیغمبر نہیں آئے گا وہ فرزند پیغمبرؐ ہے۔ وہ کہنے لگی بیٹا تیرا دین بہترین دین ہے مجھے بھی اس کی تعلیم دے میں نے اس کے سامنے اسلام پیش کیا تو وہ مسلمان ہوگئی، میں نے احکام اس کو سکھائے وہ نماز ظہر، عصر اور مغرب وعشاء بجا لائی، اسی رات وہ بیمار ہوگئی کہنے

گی میرے بیٹے جو کچھ تو نے مجھے سکھایا تھا دوبارہ سُنا، میں نے پھر سے سب دہرایا اور وہ خوش وخرم دنیا سے رخصت ہوئی صبح ہوئی تو مسلمان جمع ہوئے اور اس کو غسل دیا میں نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس کو سپرد خاک کیا۔

(کتاب بحارالانوار جلد 16 صفحہ 18 روایت کافی سے منقول ہے)

والدین کے حقوق اور ان کی اطاعت احادیث کی روشنی میں

محبوب ترین عمل: ابنِ مسعود کہتے ہیں کہ، میں نے پیغمبر اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ خدا کے نزدیک محبوب ترین عمل کونسا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا، وقتِ فضیلت میں نماز پڑھنا میں نے عرض کیا پھر کونسا عمل بہتر ہے آپؐ نے فرمایا، والدین کے ساتھ نیکی کرنا میں نے عرض کیا پھر کونسی چیز آپ ﷺ نے فرمایا راہِ خدا میں جہاد کرنا۔

ماں باپ پر لعنت کرنے والا شخص: پیغمبر اکرم ﷺ نے ایک گروہ پر لعنت بھیجی یہاں تک فرمایا لعنت ہو اس شخص پر جو اپنے ماں باپ پر لعنت کرے، عرض کی یا رسولؐ اللہ آیا کوئی ایسا شخص بھی ہوسکتا ہے جو اپنے ماں باپ پر لعنت کرے آپؐ نے فرمایا، ہاں وہ شخص جو لوگوں کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ لوگ بھی اس کے ماں باپ پر لعنت کرتے ہیں راوی کہتا ہے، کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کون سا عمل افضل ہے، آپؑ نے فرمایا، وقتِ فضیلت میں نماز پڑھنا۔ والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا اور راہِ خدا میں جہاد کرنا۔

بیٹے کے فرائض

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے رسول اللہ ﷺ

سے سوال کیا باپ کا بیٹے پر کیا حق ہے آپؑ نے فرمایا: بیٹے کو باپ کی تعظیم کرنا چاہیے، باپ کو اس کے نام سے نہ پکارے بلکہ تعظیم اور القاب کے ساتھ پکارے اس کے آگے آگے نہ چلے، اس سے پہلے نہ بیٹھے ایسا کوئی کام انجام نہ دے جس کی وجہ سے لوگ اس کے باپ کو برا بھلا کہیں۔

ان چیزوں کے ترک کرنے کی اجازت نہیں ہے

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں، تین چیزیں ایسی ہیں کہ خدا نے کسی شخص کو انہیں ترک کرنے کی اجازت نہیں دی (1) امانت کا واپس کرنا خواہ صاحب امانت برا ہو یا نیک (2) وعدہ پورا کرنا خواہ نیک آدمی سے کیا ہو یا بُرے آدمی سے (3) والدین سے نیکی کرنا اور اچھا سلوک کرنا، خواہ وہ نیک ہوں یا بُرے۔

ماں سے نیکی کرنے کی تاکید

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں، کہ ایک شخص نے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں آ کر والدین سے نیکی کرنے کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا، ماں سے نیکی کر اپنی ماں سے نیکی کر اپنے باپ سے نیکی کر اپنے باپ سے نیکی کر اپنے باپ سے نیکی کر۔

ماں کی رضائیت جہاد سے بہتر ہے

ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، میں ایک خوش وخرم اور طاقتور جوان ہوں، میں جہاد کو دوست رکھتا ہوں لیکن میری والدہ نہیں چاہتی کہ میں جہاد میں شرکت کروں چونکہ اس جوان پر جہاد واجب عینی نہیں تھا لہذا حضرتؐ نے فرمایا، لوٹ

جاؤ اور اپنی ماں کے پاس رہو، قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، ایک رات کہ جس میں تیری ماں تجھ سے راضی اور خوش رہے تو یہ خدا کی راہ میں ایک سال جہاد کرنے سے بہتر ہے۔

ماں باپ سے نیکی کرنے والے کی عظمت

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں، حضرت موسیٰ ابن عمران خدا سے مناجات کر رہے تھے، کہ اچانک انہوں نے عرش خدا کے نیچے ایک شخص کو دیکھا، تو عرض کی اے پرودگار یہ کون ہے اور کس طرح اس عظیم مرتبہ و مقام تک پہنچا ہے، خدا نے فرمایا یہ شخص والدین سے نیکی اور اچھا سلوک کیا کرتا تھا اور چغل خور نہیں تھا۔

آباؤ اجداد سے نیکی کا بدلہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں، کہ اپنے آباؤ اجداد سے نیکی کرو تا کہ تمہاری اولاد بھی تمہارے ساتھ نیکی کرے، لوگوں کی عورتوں کی طرف بری نگاہ سے نہ دیکھو اور ان کے ساتھ برائی نہ کرو، تو تمہاری عورتوں کو بھی بری نگاہ سے نہیں دیکھا جائے گا اور ان کے ساتھ برائی نہیں کی جائے گی۔

رحمتِ خدا کا نزول

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا، خدا رحمت نازل کرے گا اس شخص پر جو نیک کاموں میں اپنے والد کی مدد کرے، خدا رحمت نازل کرے گا اس باپ پر جو نیک کام میں اپنے بیٹے کی مدد کرے، خدا رحمت نازل کرے گا اس ہمسایہ پر جو نیک کاموں میں اپنے ہمسایہ کی مدد کرے، خدا رحمت کرے اس

دوست پر جو نیک کاموں میں اپنے دوست کی مدد کرے۔

پیغمبر اکرم ﷺ فرماتے ہیں چار اشخاص ایسے ہیں، کہ قیامت کے دن ان پر خدا کی رحمت نہیں ہوگی، (1) عاق والدین کا نافرمان (2) نیکی کر کے جتلانے والا (3) قضاء وقدر کو جھٹلانے والا (4) ہمیشہ شراب پینے والا۔

چار عظیم صفات

حضرت امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں، چار صفات ایسی ہیں جس شخص میں موجود ہوں خدا اس کے لئے جنت میں ایک مکان قرار دے گا (1) جو یتیم کو پناہ دے اور اس کی دیکھ بھال کرے (2) جو کمزور اور ضعیف شخص پر رحم اور شفقت کرے (3) جو والدین پر شفقت کرے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے (4) جو اپنے غلام اور نوکر کے ساتھ سختی نہ کرے اور نرمی سے پیش آئے۔

والدین سے نیکی کرنا واجب ہے

حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں، میں نے مامون کے نام اپنے مکتوب میں فرمایا والدین کے ساتھ نیکی کرنا واجب ہے، اگرچہ وہ مشرک ہی ہوں البتہ خدا کی نافرمانی میں ان کی اطاعت نہ کی جائے۔

ان اشخاص کی دعا رد نہیں ہوتی

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں، کہ خداوند عالم ان اشخاص کی دعا رد نہیں فرماتا: باپ کی دعا بیٹے کے حق میں جب بیٹا باپ کے ساتھ نیکی کرے اور باپ کی دعا بیٹے کے خلاف جب بیٹا باپ کی نافرمانی کرے۔ مظلوم کی دعا ظالم کے خلاف اور مظلوم کی دعا

اس شخص کے حق میں جو اس کا حق ظالم سے لے کر دے اور ظالم کے مقابلے میں اس کی مدد کرے۔

ماں باپ کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھنے کا ثواب

حضرت رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں، کہ جو نیک بیٹا اپنے ماں باپ کی طرف رحمت ومحبت کی نگاہ سے دیکھے تو خداوندِ عالم اسے ہر نگاہ کے بدلے میں ایک حج مقبول کا ثواب عنایت کرتا ہے، لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اگر ہر روز سو مرتبہ نگاہ کرے تب بھی یہی ثواب ملے گا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اس سے بھی بزرگ تر ہے اور اس کی عنایت اس سے بھی بہتر اور بڑھ کر ہے۔

ماں باپ سے نیکی وسعتِ رزق کا سبب بنتی ہے

پیغمبر اکرم ﷺ فرماتے ہیں، جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کی عمر زیادہ ہو اور اس کے رزق میں وسعت ہو، تو وہ ماں باپ سے اچھا سلوک کرے کیونکہ ان سے اچھا سلوک کرنا اللہ کی اطاعت ہے۔

والدین کا شکریہ ادا کرنا

حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، کہ خدا نے تین چیزوں کا حکم دیا ہے، جبکہ ان کے ساتھ تین چیزیں جڑی ہوئی ہیں (1) نماز اور زکوۃ کا حکم دیا ہے بس جو شخص نماز پڑھے لیکن زکوۃ نہ دے اس کی نماز قبول نہیں (2) خدا نے اپنا شکریہ ادا کرنے اور والدین کا شکریہ ادا کرنے کا حکم دیا ہے، جو شخص والدین کا شکریہ ادا نہ کرے اس نے خدا کا شکریہ ادا نہیں کیا (3) خدا نے تقویٰ الٰہی اور صلہ رحمی کا حکم دیا ہے۔ جو شخص صلہ رحمی نہ

کرے تو پھر اس نے تقویٰ الٰہی بھی اختیار نہیں کیا اور وہ متقی نہیں ہے۔

والدین کے لئے مغفرت طلب کرنا

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں، کہ ایک شخص اپنے والدین کے ساتھ ان کی زندگی میں تو نیکی کرتا ہے، لیکن جب وہ فوت ہو جائیں تو ان کا قرض ادا نہیں کرتا اور ان کے لئے طلبِ استغفار بھی نہیں کرتا، تو خدا اس کے نامۂ اعمال میں اسے عاق یعنی نافرمان لکھ دیتا ہے اور ایک شخص والدین کے ساتھ انکی زندگی میں نیکی نہیں کرتا مگر ان کے مرنے کے بعد ان کا قرض ادا کرتا، ان کے لئے استغفار اور مغفرت طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں اسے نیک لکھ دیتا ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں، کہ پیغمبر اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کوئی بُرا عمل نہیں ہے جسے میں نے انجام نہ دیا ہو آیا میرے لئے توبہ کی گنجائش ہے، آپ ﷺ نے فرمایا، کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں اس نے عرض کی میرے والد زندہ ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: جا اس کے ساتھ نیکی کر اور اس کی خدمت کر، حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب وہ شخص جانے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا کاش اس کی ماں زندہ ہوتی۔

ماں باپ کا نافرمان جنت کی خوشبو نہیں سونگھ سکتا

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، اس سے بچو کہ ماں باپ تمہیں عاق کر دیں اور ان کے ناراض ہونے سے بچو، کیونکہ جنت کی خوشبو ایک ہزار سال کی مسافت تک پہنچتی ہے، لیکن ایسا شخص کبھی بھی یہ خوشبو نہیں سونگھ سکتا۔

اولاد کے حقوق ماں باپ پر

اولاد کی تربیت زندگی کا سب سے بڑا فرض ہے مگر افسوس کہ اس فریضے کو ٹھیک سے انجام دینے کے لئے ہمارے بنیادی نوعیت کے رہنما اصول تک عنقا ہیں۔ بچوں کی تربیت کے بارے میں پرانے زمانے سے یہ بات چلی آ رہی ہے کہ جو لکھا جو سنا گیا اور اس دید و شنید کے لئے بے بنیاد ذخیرے کو جس طرح سمجھ پائے بس وہی قاعدہ قانون بن گیا اور اس پر عمل پیرا ہو کر مطمئن ہو گئے کہ ہم صحیح طریقے سے اپنے بچوں کو تربیت دے رہیں ہیں اور خدا رکھے ہمارے ان نونہالوں کی اٹھان بھی بالکل درست ہو مگر جب بچے سمجھ دار ہوئے تو پتہ چلا کے ان غریبوں پر تو قیامت گزر گئی۔ مسلمان ہونے کے رشتے نہ انہیں اپنے نظریہ حیات کا علم ہے نہ طرز معاشرت کے قرآنی تصور سے واقف ہیں اور نہ عملی زندگی کے دینی تقاضوں کا ادراک رکھتے ہیں، ان کے پاس اگر کچھ ہے تو وہ نئی اور پرانی تہذیب کا ایک آمیزہ، رہن سہن کے چند خاص طریقے اور بول چال کی بعض نئی ادائیں تھوڑی سی نصابی معلومات، لارڈ میکالے کی بیکار سوچ، معاشی وسائل کی صبر آزما طلب اس کے ساتھ ایک پریشان سا دل اور بکھرے بکھرے سے خیالات اِن عصر نو کے فرزند جنہیں ذہنی اور ثقافتی اثاثے کے طور پر ہی کچھ ملا وہ غریب ایک دوراہے پر کھڑے انتہائی کرب انگیز کش مکش میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ اللہ اللہ ایک طرف قلعی کی ہوئی مذہب نما لامذہبیت اور دوسری جانب دین سے منسوب زنگ کھائی ہوئی کھوکھلی باتیں نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن، نہ ان میں دین کو چھوڑنے کی ہمت اور نہ مذہب میں رنگی ہوئی نسلی روایات سے کوئی رغبت ہے، یہ بے چارے کیا کریں کہاں جائیں اسی کھینچا تانی سے پھر وہ تنہا دکھائی دیتے ہیں، چنگتے ہیں بھڑکتے ہیں اور اس کے بعد کسی بھی مرحلے پر مغرب

کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ناراض نسل میں جذب ہو جاتے ہیں۔ یہ دیکھ کر ماں باپ کا دل اُلٹنے لگتا ہے اور وہ بے قرار دل کی تسکین کے لیئے ورثے میں ملے ہوئے یہ چند گھسے پٹے جملے دہرانے لگتے ہیں، کیا کریں قسمت خراب ہے زمانہ بُرا آگیا ہے وغیرہ۔ حالانکہ ان میں سے ایک بات بھی درست نہیں ہے اصل میں لوگ جو بو کر گیہوں کاٹنا چاہتے ہیں اور یہ قوانین فطرت کے خلاف ہے آپ جسے جان و دل عزیز ہو اپنی اور اپنے بچوں کی خیر درکار ہو اسے پوری سچائی کے ساتھ اپنی اولاد کی تربیت و پرداخت کے سلسلے میں ماضی کے دور اور حال کے زمانے کا احتساب کرنا چاہیے، ذرا اپنے آپ سے پوچھ کر تو دیکھیں کیا ہم نے واقعتاً تربیت کا حق ادا کیا، کیا خود ہمیں پرورش اور تربیت کے صحیح طریقے معلوم تھے اور ظاہر ہے کہ ضمیر کا جواب نفی میں ہوگا تو پھر شکایت کیوں، بچے ہماری بات نہیں مانتے، ہماری اطاعت نہیں کرتے، جو ہم نے دیا تھا وہی نفع کے ساتھ ہمیں واپس مل گیا۔

ہمارے یہ نونہال ہی ہماری متاع عزیز ہے، یہی ہمارے وارث ہیں، ہماری تاریخ کے امین، ہمارے فلسفہ حیات کے محافظ، ہماری ثقافت کے نگہبان، ہمارے اسلاف کی قربانیوں اور ان کے قابل فخر کارناموں کے پاسبان اور اس کے ساتھ یہ ایک باوقار خوش نما اور تابناک مستقبل کی امید بھی ہیں، لہذا پوری سچائی اور خلوص سے یہ معلوم کرنا ہمارا فرضِ عین ہے کہ ہم سب اپنی اپنی ذمہ داریوں اور اپنے بچوں کی زندگی کے سلسلے میں انصاف سے کام لے رہے ہیں یا نہیں اور یہ جاننے کے لئے کم از کم ان حقائق پر غور کرنا بے حد ضروری ہے:

(1) کیا ہم اپنی اولاد کے حقوق سے واقف ہیں؟

(2) کیا سرپرست کی حیثیت سے ہم اپنے فرائضِ منصبی کا ادراک رکھتے ہیں؟

(3) کیا زندگی کی مادی سہولتوں کے ہمراہ ہمیں اپنے بچوں کے لئے کچھ معنوی قدریں بھی

فراہم کرنے کی توفیق نصیب ہوئی ہے؟

(4) کیا ہم اپنی اولاد کو جس روّیے اور روایات کا ورثہ دے رہے ہیں کبھی ہم نے اسے جانچنے اور پرکھنے کی کوشش کی ہے؟

(5) کیا خوشحالی کی تمناؤں کے ساتھ ہم نے اپنے بچوں میں خوداعتمادی اور بلند خیالی پیدا کرنے کا بھی انتظام کیا ہے؟

(6) کیا قدرت نے ہمیں اپنے نونہالوں کو پالنے پوسنے کی جو ذمّہ داری سونپی ہے اس کو جہاں پورا کیا جارہا ہے، وہاں کا ماحول تربیت پانے والوں کے لئے سازگار ہے؟

(7) کیا تعلیم اور تربیت میں کوئی کوتاہی تو نہیں ہورہی؟

یہ سب باتیں اسلام کے فلسفہ تربیت سے تعلق رکھتی ہیں، ان کا اطمینان بخش جواب حاصل ہو تو موضوع کا گوشہ گوشہ نکھر جائے اور پھر شاید کوئی تازہ خیال جاگ اُٹھے اچھوتا سا احساس جگمگانے لگے، دل کی کلی کھلے، ذہن کی گرہ کھلے، لہجے کو صراحت میسر ہو، کوئی نئی راہ دکھائی دے اور اس عنوان سے ایک جہتِ نگاہ اور حیات بداماں منزل کی تلاش آسان ہوجائے نیز ہمارا شہرِ آرزو بھی روشنیوں سے جگ مگ کرنے لگے، چنانچہ قرآن اسلام اور اس نظامِ زندگی کے حقیقی رہنماؤں نے اولاد کی تعلیم و

چند اہم اصول اولاد کی تربیت کے بارے میں

حُسن تربیت

رساں رساں، درجہ بہ درجہ ترتیب و تنظیم کے ساتھ کسی فرد یا جماعت کو اس کی تاب وتواں ضرورت واحتیاج اور استعداد وصلاحیت کے لحاظ سے رُشد وکمال کی منزل تک پہونچانے کا نام حُسن تربیت ہے، اس کی دو اقسام ہیں مادی اور معنوی، یعنی جسمانی تربیت اور ذہنی تربیت جسمانی تربیت میں پرورش پالنے پوسنے کی باتیں آتی ہیں اور ذہنی تربیت محاسن ومکارمِ اخلاق کے ہر رشتے سے وابستہ ہے، چنانچہ سرپرستوں کا بس یہی ایک فریضہ نہیں کہ وہ اپنے نونہالوں کو صرف مادّی سہولتیں پہونچائیں، بلکہ ان کے لئے لازم ہے کہ وہ کھلے دل اور نہایت اخلاص کے ساتھ بچوں کے دل ودماغ میں روحانی قدروں کی روشنی بھی تیز کرتے رہیں، اعلیٰ خیال اور بلند نگاہ والدین اچھی اُٹھان پر سنجیدگی سے توجہ دیتے ہیں، چنانچہ وہ اپنی اولاد کے واسطے فکر ونظر اور نفس کی خوبیوں کے زیادہ طلب گار ہوتے ہیں، اللہ کے بندۂ خاص حضرت زکریا اپنے ہاتھ پھلائے خدائے بے نیاز کی درگاہِ اقدس میں عرض کر رہے ہیں، دعا کے الفاظ سے ان کے دل کی کیفیت بھی عیاں ہے "فھب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب و اجعلہ رب رضیا" (اے میرے پروردگار تو مجھے اپنے فضل وکرم سے ایک جانشین عطا کردے جو میرا بھی وارث ہو اور آل یعقوب کا بھی وارث ہو اور میرے پالنے والے اس کو ایک پسندیدہ انسان بنانا) سورہ مریم آیت 5-6۔

حضور رحمۃ اللعالمین کا ارشاد گرامی ہے، ہمیشہ مرکزِ فکر وتوجہ رہے ہر بچہ فطرت

کے طریقے پر پیدا ہوتا ہے، یہ ماں باپ ہیں جو اسے یہودی یا نصرانی بنا دیتے ہیں۔ ایک دوسرے مقام پر حضرت محمد مصطفی ﷺ حضرت علی علیہ السلام سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں "یا علی لعن اللہ والدین حملا ولدھما علی عقوقھا" (اے علیؑ خدا لعنت کریں ان ماں باپ پر جو اپنے بچے کو ایسی بری تربیت دیں کہ جسکی وجہ سے نافرمانی عاق تک پہونچے) کتاب مستدرک الوسائل جلد 2 صفحہ 625

آنحضرت ﷺ کی ایک اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ "رحم اللہ والدین اکمانا ولدھما علی برھما" اللہ کی رحمت ان ماں باپ کے شامل حال رہے اور اولاد کو اس ڈھنگ کی تربیت دیں، جس سے وہ اپنے والدین کے لئے اچھا رویہ اپنانے میں مدد حاصل کر سکیں۔

اس سلسلے میں جناب امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام یوں رہنمائی فرماتے ہیں، "کسی باپ کا اپنے بیٹے کے لئے حُسنِ تربیت اور کمالِ ادب سے بہتر اور کوئی عطیہ نہیں"۔ ایک اور مقام پر مولا امیر المومنینؑ ارشاد فرماتے ہیں: جسے ٹھیک ٹھیک تربیت دیجائے گی وہ کم لڑکھڑائے گا اور جس کی تربیت میں کسر رہ جائے گی وہ زیادہ ٹھوکریں کھائے گا۔

ایک اور مقام پر امام زین العابدین علیہ السلام اولاد کے تعلق سے فرضِ تربیت کا اس طرح درس دیتے ہیں، تمھارے بیٹے کا تم پر ایک حق تو یہ ہے کہ تم اسے اپنا سمجھو اور یہ بھی جانو کہ اس دنیا میں اس کی ہر اچھائی، برائی اور نیکی بدی کا رشتہ تم سے جڑا ہوا ہے، تمھیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ سرپرست ہونے کے ناطے اپنے بچے میں حُسنِ ادب پیوست کرنے کی ذمہ داری بھی تم ہی پر عائد ہوتی ہے، اور اسے خدا کی جانب متوجہ کرنے کا فرض بھی تمھاری گردن پر ہے۔ اس کے علاوہ معبودِ برحق کی عبادت واطاعت کے سلسلے

میں اپنے فرزند کی مدد کرنا بھی تمھارا ہی کام ہے اور بس یہی نہیں بلکہ اس یقین کے ساتھ اچھی تربیت دینے میں اپنی کارکردگی دکھاؤ کہ عہدہ برا ہو گئے، حق ادا کر دیا تو بارگاہِ احدیت سے تمھیں اس کا اجر حاصل ہوگا اور اگر اس میں کوئی کوتاہی برتی تو اس کی سزا ضرور ملے گی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے، آباؤ اجداد کا اپنے فرزندوں کے لئے سب سے اچھا ورثہ مال و دولت نہیں، تہذیب و تربیت ہے، کیونکہ مال جانے والی چیز ہے اور ادب و تہذیب کو زوال نہیں۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے پروردگار عالم کی بارگاہِ فضل و کرم میں اپنی اولاد کے واسطے جو دعا مانگی ہیں ان کا ایک ایک فقرہ بلکہ ایک ایک لفظ حُسنِ طلب اور کمالِ خلوص کا نمونہ ہے، مگر اپنے دل کے ٹکڑوں کے لئے تمام بیش بہا قدروں کا سوال کرتے ہوئے اس پالنے والے سے آپؑ نے خود اپنے واسطے جو چیز مانگی ہے، اسے ہر دور کے سنبھلے ہوئے ماں باپ کی منتہائے آرزو جانئے، ہر انسان کو چاہیے کہ امامؑ کی اس فکر ساز اور جہت نما دعا کا یہ جملہ اپنے دل پر نقش کر لے، ارشاد فرماتے ہیں: بارالٰہا اپنے بچوں کو تربیت دینے، ادب سے آراستہ کرنے اور نیکیوں سے سجانے میں میری مدد فرما، خداوندِ تعالیٰ ہمیں آلِ محمدؐ کے نقشِ قدم پر چل کر اپنے بچوں کو حُسنِ تربیت سے اور آداب و اخلاق سے آراستہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اخلاق و آداب

اچھے شہری یا مثالی مسلمان بننے کے لئے بچپن کا دور دراصل تیاری کا زمانہ ہوتا ہے، والدین جو اپنے نونہال کی جسمانی حفاظت اور نگہداشت کے لئے وہ سب کچھ

کرتے ہیں جوان کے بس میں ہوتا ہے، انہیں یہ بھی چاہیے کہ اپنے بچوں کی ذہنی نشو و نما نیز سماجی اور تہذیبی تربیت کے سلسلے میں بھی پوری توجہ و انہماک کا مظاہرہ کریں اور یہ بات گرہ میں باندھ لیں کہ عمدہ ثقافت اور رشتہ معاشرت کا دارومدار اخلاق پر ہے، مگر اخلاق کے معنی وہ نہیں جو جاگیردارنہ نظام یا مغرب کی مادر پدر آزاد طرز معاشرت نے رائج کئے اور تقریباً ہر دماغ میں یہ بٹھادیا کہ جو کوئی رہنے سہنے، ملنے جلنے، اٹھنے بیٹھنے اور کھانے پینے کے مروّجہ آداب سے واقف ہو، مزید براں وہ میٹھی زبان سریلے لہجے میں گفتگو بھی کرنا جانتا ہو تو بس اس کو بااخلاق آدمی سمجھنا چاہیے، قطعاً نہیں اخلاق کی وسعتوں کو دیکھتے ہوئے یہ اخلاقیات کا بہت ہی مختصر کیا ہوا ناتواں سا مفہوم ہے، ہاں یہ مان لے کہ ریا کاری نہ ہو تو نفاست سے رہنا اور دوسروں کے ساتھ مناسب اور موزوں طریقے سے پیش آنا ثقافتی کردار کا ایک ضروری اور پسندیدہ رخ ہے، لیکن اخلاق کی بات اتنے میں نہیں تمام ہوتی، اس ضمن میں مولا امیر المومنینؑ کا ارشاد گرامی قدر ہے: تم لوگ اپنے بچوں کو زبردستی اپنے زمانے کے آداب اور رسوم اختیار کرنے پر مجبور نہ کرو کیونکہ یہ تمہارے وقتوں کے لئے نہیں بلکہ آنے والے دور کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، دیکھئے اخلاق زندگی بسر کرنے کے ہنر کو کہتے ہیں اس علم کی مدد سے انسان میں خیر و شر کی تمیز اور خوب و بد کی پہچان ہوتی ہے۔

اس سلسلے میں حکیمِ اسلامی امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام فلسفہ اخلاق پر گفتگو کرتے ہوئے اخلاقیات کی اہمیت کو یوں واضح فرماتے ہیں:

"لو لنا لا نرجوا جنة و الانخش نارا ولا ثوابا ولا عقابا لکان ینبغی لنا ان نطلب مکارم الاخلاق مانھا مما تدل علی سبیل النجاح"

(ہمیں جنت کی طلب، ثواب کی خواہش، دوزخ کا ڈر اور سزا کا خوف نہ ہو، تب بھی

مکارم الاخلاق کو زندگی سے الگ نہیں کیا جا سکتا ہے، کیونکہ آدمی کو سلجھے ہوئے اخلاق کی روشنی میں ہی کامرانی کا راستہ ملتا ہے)۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام بیان کرتے ہیں، کہ سرکارِ دوعالم حضرت محمد ﷺ اپنی تقریروں کو ان جملوں پر ختم فرماتے تھے، ''زہے نصیب بڑا سعادت مند ہے وہ شخص جس کا اخلاق شائستہ جس کا باطن پاک، طبیعت نیک، نیت صاف اور ظاہر بے داغ ہو نیز جو اپنی بچت سے اوروں کو فائدہ پہنچائے اور اپنے رویّہ سے سب کے ساتھ انصاف کرے۔ ان حقائق کو دیکھتے ہوئے ہمیں یہ کہنے میں کوئی پس وپیش نہ ہونا چاہیے کہ دینی ذہن کی تشکیل اور مذہبی ثقافت کی نشوونما میں اخلاق کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، مگر مکتبِ توحید میں اخلاقیات کا سوتا نہ تو ارسطو کے قابلِ قدر خیالات ہیں اور نہ یونانی فلسفوں سے متاثر ہونے والے مغربی دانشوروں کے دلکش بیانات، یہ ایک عمدہ بات ضرور قرار دی جائے گی لیکن کسی کلمہ گو کے لئے سند نہیں ہو سکتی، اس لئے کہ اسلام میں تمام عقائد و مسلمات کی اخلاقیات کا خزانہ عامرہ بھی قرآنِ کریم ہے اور کتابِ خدا کی ہدایت کے مطابق دوسرا ماخذ رسول اکرم ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہے۔

اس سلسلے میں مولائے متقیان حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنے فرزندوں کے ذریعے ہمیں اور ہمارے بچوں کو جو ایک مثالی لائحۂ عمل عطا فرمایا ہے: وہ بہت اہمیت رکھتا ہے، علی بن ابی طالب نے ۳۷ھ بمطابق 657ء میں جنگِ صفین سے مراجعت فرماتے ہوئے اس اخلاقی وثیقے کو قلم بند فرمایا تھا، یہ مصحفِ تربیت اکیس نکات پر مشتمل ہے۔ جس میں حکمِ الٰہی نے خصوصیت سے ان حقائق پر بھرپور روشنی ڈالی ہے، پورے ہدایت نامے میں خطاب سبطِ اکبر حضرت امام حسن مجتبیٰؑ سے ہے، اصل متن خاصا طویل ہے ہم اس کے صرف چند حصے کا ترجمہ نقل کرتے ہیں:

ترجمہ: ''باپ کی وصیت یہ ہے کہ میرے بیٹے تم کمال شوق سے خدا ترسی اور فرض شناسی کے جذبے جگاؤ، پاک پروردگار کا ہر حکم بجا لاؤ دل اس کی یاد سے آباد رہے، خدا کی رسی ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے، یاد رہے یہ تمہارے اور خدا کے درمیان جو رشتہ ہے، رابطے کے لئے اس سے زیادہ مستحکم اور کوئی ذریعہ نہیں۔ دیکھو ذہن اور ضمیر کو اچھی باتوں سے زندہ رکھو، وقتی خواہشوں کا زور بڑھے تو زہد و پارسائی کی موت سے اسے بے اثر بنا دو، ایمان کی پختگی قلب و نظر کو توانائی بخشتی رہے، حکمت کے نور سے اپنے سینے کی فضا کو روشن کرو، زندگی طاقتور ہونے لگے تو موت کی یاد دلا کر اسے مات دو، اپنے آپ میں سے اس یقین کو جذب کر لو کہ دنیا فنا پذیر ہے اپنے نفس کو یہاں کے آلام و مصائب سے رُوشناس کرواؤ۔ اسے وقت کی یورش کا احساس دلاؤ، گردشِ لیل نہار کی آشوب گری کا حال بتاؤ، اگلے وقتوں کی داستان عبرت سناؤ، گزرے ہوؤں کی زندگیاں یاد دلاؤ، عہد ماضی کے جو نشان رہ گئے ہیں جو آثار باقی ہیں انہیں گھوم پھر کر دیکھو، اس کے بعد یہ جائزہ لو کہ اس منزل سے رختِ سفر باندھنے والے کس راہ آئے، کس راہ گئے، کہاں سے کوچ کیا اور کہاں قیام ہوا یہ روشن ہدایت نامہ جو ہمارے لئے منارۂ نور ہے۔

تربیتِ تکریم و تحسین

تکریم و تحسین کا مطلب یہ ہے کہ ماں باپ اپنے بچوں کی عزت کریں، ان کی پیاری باتوں اور اچھے کاموں کو سراہیں، خلوص اور متانت سے انہیں صحیح راستہ دکھائیں، گھر کی فضا کو پرسکون اور ماحول کو باوقار بنائیں، یہ نوخیز جسمانی لحاظ سے کمزور ہوتے ہیں لہذا سکھانے پڑھانے کے لئے بہت نرمی اور ملائمت اختیار کریں، پھر ان کی ناسمجھی کا خیال رکھنا بھی بہت ضروری ہے۔ بنابریں اصلاح مقصود ہو تو محبت اور حوصلے سے کام لیں۔

سرکارِ دو عالم حضرت محمد ﷺ کا ارشاد ہے" **اکرموا اولادکم واحسنوا آدابھم یغفر اللہ لکم**" (تم اپنی اولاد کا احترام کرو انہیں ادب سے سنوارو اللہ تمھاری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے گا) ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں، کہ کسی مسلمان کی قدر و قیمت کو کم نہ جانو کیونکہ بارگاہِ خداوندی میں کلمہ گوہوں کے چھوٹے بچے بھی بڑا مرتبہ رکھتے ہیں۔ایک اور مقام پر سرکارِ دو عالم ارشاد فرماتے ہیں: لوگوں میں تاکید کرتا ہوں کہ تم اپنے نوجوانوں کے لئے ہمیشہ نیکی اور خوش رفتاری کا مظاہرہ کرتے رہو اب آیئے ان ارشادات کی تھوڑی سے تفصیل بھی معلوم کرتے چلیں، بچوں کی قدردانی کا پہلا مرحلہ یہ ہے کہ ان کی پہچان کا عام ذریعہ یعنی ان کے نام پر غیر معمولی توجہ دی جائے، ہر شخص کا نام مستقل طور پر اس سے چپکا ہوتا ہے،اور یہی ہمیشہ اس کی شناخت کا کام دیتا ہے۔ بنا بریں نام ایسا چنا جائے جس میں حُسن وسعادت ہو اور جس کی تہہ میں خود پسندی کے بجائے خدا پسندی کا جذبہ مضمر ہو۔ یہاں پر سرورِ کونین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ارشاد پاک ہے: تمھارے بچے کو پہلا انعام یہ ملنا چاہیے کہ تم اسے ایک پیارا سا نام دو۔ رسولِ مقبول نے حضرت علی علیہ السلام کو جو خاص باتیں بتائی تھیں ان میں سے ایک بات یہ تھی: اے علی بیٹے کا اپنے باپ پر حق یہ ہے کہ وہ اس کے لئے اچھا سا نام تجویز کرے اور نہایت عمدہ طریقے سے اسے تربیت دے سلسلۂ قیادتِ محمدیہ کے ساتویں رہبر حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بیان فرماتے ہیں، کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے اس فرزند کا مجھ پر کیا حق ہے، حضورؐ نے فرمایا: خوبصورت سا نام رکھو حُسنِ ادب سے آراستہ کرو اور کام کاج کے سلسلے میں اس کے واسطے بہتر سے بہتر مواقع فراہم کرو۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ کسی آدمی کا اپنے فرزندوں کے

لئے پہلا نیک کام یہ ہوگا کہ اس کے واسطے ایک خوشنما نام چنے، نیز تم میں سے ہر شخص کو بچے کی نام گزاری کے وقت نام کے جمالیاتی پہلو پر پوری توجہ دینا چاہیے۔ نئی نسل کو شروع سے ہی ایک باوقار زندگی کی راہ دکھانے کے لئے اسلام کے مزاج داں رہبروں نے ہمارے ایوانِ خیال میں جہاں اور بہت سے چراغ جلائے وہاں یہ روشن فکر بھی دی کہ ہم اپنی آنکھوں کے تاروں کو نگینے کی طرح ترشے ہوئے ناموں سے سجائیں تاکہ ہمارے گلشن مراد کی کچی کلیاں پھول بن جائیں تو نام کی حسین ساخت اور اس کے مفہوم کی دل آویز رعنائی سے ان کے پورے وجود میں رنگ و بو کی ایک قدِ آدم اونچی لہر اٹھنے لگے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ سرکار ختم الانبیاء ﷺ کا ارشاد ہے: سب سے سچے تو وہ ہیں جن سے خدا کی بندگی کا اظہار ہو اور بہت اچھے نام انبیاء کرام کے اسمائے گرامی ہیں، پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کے چار بیٹے ہوں اور وہ ان میں سے کسی کا نام میرے نام پر نہ رکھے تو اس کی جانب سے یہ مجھ پر ظلم ہوگا۔ ۔صادق آلِ محمد امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا جاتا ہے مولا ہم لوگ آپ کے بزرگوں کے اسمائے گرامی پر اپنے بچوں کے نام رکھتے ہیں کیا اس سے کوئی فائدہ ہوگا امام نے فرمایا بخدا اس سے تمہیں نفع حاصل ہوگا۔

محبت وشفقت

بچوں کی چھپی ہوئی صلاحیت، پوشیدہ استعداد، اور سنبھلی ہوئی نفسیات کی نشوونما کے لئے محبت وشفقت موسمِ گل کا کام دیتی ہے، ہمارے وہ نونہال جو بزرگوں کے پیار سے محروم رہتے ہیں یا جنھیں ادھوری چاہت ملتی ہے، ان کے دل ودماغ کو وہ تازگی اور شادابی میسّر نہیں آتی جو زندگی کے پورے سفر میں ان کے رنگ وروپ اور

ہمت وتوانائی کو محفوظ رکھ سکے نگاہِ عاطف کے ترسے ہوئے عہد طفلی میں بھی شرارتی نہیں رہتے، ان کی جوانی بھی بڑی پھیکی سی لگتی ہے اور پھر بڑھاپے کا زمانہ تو بس مایوسیوں کا ایک مٹا مٹا سا نشان معلوم ہوتا ہے، اسی لئے مستقبل کے جن شہریوں کی اٹھان میں مہروالفت کی آمیزش نہ ہو ان سے اپنی سماج کے لئے کچھ زیادہ اچھی توقعات نہیں قائم کی جاسکتی، معاشرے کے ایسے افراد جو نفسیاتی بیماریوں کے اسیر ہوتے ہیں اور جن کی شخصیت میں توازن کا فقدان نظر آتا ہے ان میں زیادہ تر وہ لوگ دکھائی دیں گے جو اپنے بچپن میں مہرومحبت سے نہیں پلے یا جنہیں کم سنی میں ماں باپ کے پیار کی ٹھنڈی چھاؤں نہیں نصیب ہوسکی۔ اس بارے میں اسلامی احکام یہ ہیں کہ جن اشخاص پر بچوں کے پالنے پوسنے کی ذمہ داری ہو ان پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ تربیت کے کام کو معیاری بنانے کے لئے محبت وشفقت کے جذبوں کو مصنوعی طریقے سے چھپائے نہ رکھیں بلکہ ان کے قدرتی اظہار میں فیاضی کا ثبوت دیں۔

صادقِ آلِ محمد وصلوات اللہ علیہ اپنے جدنامدار سرکارِ خاتم انبیا ﷺ کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں، جو کوئی اپنے بچوں کو پیار کرے گا، چومے گا، اللہ کی رحمت سے اس کے نامہ اعمال میں ایک نیکی بڑھ جائے گی، اور جو اپنے بچے کو خوش کرے گا پروردگارِ عالم قیامت کے دن اسے شاد فرمائے گا۔ ایک اور جگہ پر سرکارِ دوعالم فرماتے ہیں، کہ تم اپنے بچوں کو خوب پیار کرو کیونکہ جتنی دفعہ پیار کروگے ہر پیار کے بدلے تمہیں جنت میں ایک درجہ حاصل ہوگا، ترغیب کی ان باتوں سے دینِ توحید یہ چاہتا ہے کہ ہم اپنی اولاد کو سرد مہری سے بچائیں بلکہ گرم دلی کے ساتھ انہیں جیتے جاگتے جذبوں کی تڑپ سے مانوس کریں تاکہ چمکتے دمکتے خلوص کی ریت آگے بڑھے، ایک اور حدیث ملتِ اسلامیہ کے بزرگ دانشمند جناب عبداللہ ابن عباس کے ذریعے ہم تک پہونچی ہے، حدیث کی عبارت

یہ ہے کہ سرتاج انبیاء حضرت محمدؐ فرماتے ہیں: جو آدمی اپنی بیٹی کو مسرتوں سے سرشار کرے، اس کا کردار اس جیسے شخص کی طرح ہوگا جو حضرت اسماعیلؑ کے فرزندوں میں سے کسی کو غلامی کے بندھن سے چھٹکارا دلادے اور جو کوئی اپنے بیٹے کی آنکھوں کو سکھ پہونچائے وہ خوفِ خدا سے اشکباری کرنے والوں میں شمار کیا جائے گا۔ (کتاب مکارم الاخلاق صفحہ 114)

کتاب وسائل الشیعہ جلد 15 صفحہ 203، محمد ابن اسماعیل بخاری لکھتے ہیں حجاج ابن منہال اور شعبہ کے مطابق عدی کا بیان ہے کہ انھوں نے براء ابن عازب کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ حضرت محمدؐ حسنؑ ابن علیؑ کو اپنے دوشِ اقدس پر اٹھائے ہوئے تھے اور زبانِ مبارک پر دُعا تھی، پروردگار میں اسے چاہتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما۔ جامع ترمذی میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ہمارے پیارے نبیؐ اپنے بڑے نواسے حسن مجتبیٰؑ کو پیار کر رہے تھے چھوٹے نواسے بھی موجود تھے یعنی حسین علیہ السلام اور نانا ان کے بھی بوسے لے رہے تھے یہ کیفیت دیکھ کر اقرع ابن حابس سے نہ رہا گیا اور بے ساختہ بول اٹھا میرے تو دس بیٹے ہیں لیکن میں نے کبھی بھی کسی کو اس طرح سے نہیں چوما، ختمِ انبیاءؐ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا: جو آدمی کسی اور پر شفقت و مہربانی نہیں کرتا وہ خود دوسروں کے لطف و رحمت سے محروم رہتا ہے۔

صادقِ آلِ محمدؑ سرورِ کائنات کی ایک اور حدیث ارشاد فرماتے ہیں: ایک شخص نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کی، میں نے اپنی اولاد میں سے کبھی کسی کو پیار نہیں کیا جب وہ چلا گیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا: میرے نزدیک یہ آدمی جہنمی ہے۔ (کتاب وسائل الشیعہ جلد 15 صفحہ 202)۔ اور اس بات کا خیال بھی رکھنا ضروری ہے کہ اگر کسی گھر میں ایک سے زیادہ بچے ہوں تو سب کے ساتھ یکساں سلوک ہونا چاہیے، تاکہ شروع ہی

سے انہیں عادلانہ روش اور مساویانہ برتاؤ کی عادت پڑے، کسی موقع پر بھی جانب داری سے کام نہ لیا جائے اور خاص طور سے لاڈ پیار میں تو کم وبیش کا احساس بالکل نہ پیدا ہونے دیا جائے۔ اسی وجہ سے شارع مقدس کا اصرار ہے کہ اولاد کے لئے ہم کسی لمحے بھی دوہرا معیار نہ اپنائیں، الگ الگ انداز نہ اختیار کریں۔ ہادی برحق حضرت محمد ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ سرکارِ دوعالم نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے اپنے دو بچوں میں سے ایک کو تو پیار کیا مگر دوسرے کی طرف توجہ نہیں دی، آنحضرتؐ نے فرمایا: اللہ کے بندے محبت کے اظہار میں تو نے اپنے دونوں بیٹوں کے درمیان انصاف سے کام نہیں لیا مگر محبت اور شفقت کو روبکار لانے میں اعتدال ضروری ہے۔

اظہارِ محبت

اولاد کی محبت ایک فطری امر ہے شاید بہت کم ماں باپ ایسے ملیں جو اپنی اولاد کو دل سے عزیز نہ رکھتے ہوں، البتہ یہ دلی محبت بچے کی خواہشات کے لئے کافی نہیں ہیں، بچہ اس محبت کا ضرورت مند ہے جو ماں باپ کے طرزِ عمل سے ظاہر ہو بچے سے پیار کیا جائے، اس کا بوسہ لیا جائے، اسے گود میں اٹھایا جائے، اس سے مسکراتے ہوئے پیش آیا جائے، بعض ماں باپ ایسے بھی ہیں کہ بچہ چھوٹا ہوتو اس سے اظہارِ محبت کرتے ہیں، لیکن جب بڑا ہوتو اظہارِ محبت تدریجاً کم کردیتے ہیں، لیکن یہ بات بالکل درست نہیں ہے۔ کیونکہ بیٹا تمام عمر محبت کا محتاج رہتا ہے، ماں باپ کی محبت سے خوش ہوتا ہے ان کی بے مہری سے افسردہ ہوجاتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب تم کسی کو پسند کرتے ہوتو اپنی محبت کا اظہار بھی کرو اظہارِ محبت سے صلح وصفائی وجود میں آتی ہے وہ تمہیں ایک دوسرے کے نزدیک کردیتی ہے۔ (کتاب مستدرک جلد 2 صفحہ 67)

محبت کام نکالنے کا ذریعہ نہیں

بچے کو ماں باپ کی محبت اور پیار کی ضرورت ہے، بعض ماں باپ بچے کے اس احساس سے استفادہ کرتے ہیں اور اسے کام نکالنے کا ذریعہ بناتے ہیں اس سے کہتے ہیں یہ کام کرو تاکہ ہم تم سے پیار کریں اور اگر تم نے فلاں کام کیا تو تم سے پیار نہیں کریں گے، اس میں شک نہیں کہ اس طریقے سے بچے پر اثر انداز ہوا جا سکتا ہے اور اس کے کاموں کو ایک حد تک کنٹرول کیا جا سکتا ہے لیکن اسی راستہ کو اختیار کئے رہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس ذریعہ سے آہستہ آہستہ بچے میں عادت پیدا ہو جائے گی کہ وہ ماں باپ اور دوسرے لوگوں کی محبت حاصل کرنے کے لئے کام کرے نہ کہ اس لئے کہ وہ کام واقعی اسکے اور معاشرے کے مفاد میں ہے، وہ کاموں کی اچھائی اور برائی کا معیار انفرادی اور اجتماعی مفاد اور بھلائی اور رضائے الٰہی کا حصول ہو نہ کہ لوگوں کی خواہش اور ایسا نہیں ہے کہ سب ماں باپ بچے اور معاشرے کے حقیقی مفادات کو بخوبی پہچان سکیں، ایسے ماں باپ بھی ہیں کہ اپنے مفادات اور آرام کو حقیقی فائدے پر ترجیح دیتے ہیں اس ذریعہ سے ممکن ہے کہ بچے چاپلوس، منافق اور فریب کار بن جائیں کیونکہ اس کا مقصد دوسروں کی خوشنودی اور توجہ حاصل کرنا بن جائے، اگرچہ وہ منافقت اور فریب کاری ہی کے ذریعے کیوں نہ ہو لہذا ایک سمجھدار اور مربی محبت کو، مطلب نکالنے اور بچے پر اثر انداز ہونے کا وسیلہ قرار نہیں دیتا۔

محبت جو تربیت میں حائل نہ ہو

بعض ماں باپ اپنی اولاد سے حد سے زیادہ محبت رکھتے ہیں، اس لئے اس کے

لئے جو چیزیں ضرر رساں ہیں قطعاً نہیں سمجھتے اور اگر وہ اس میں عیب دیکھیں یا کوئی دوسرا اس طرف متوجہ کرے تو، چونکہ یہ نہیں چاہتے کہ بچے کو ناراض کریں لہٰذا وہ اس عیب کو ان دیکھا کر دیتے ہیں، اور اس کی اصلاح کی کوشش نہیں کرتے ہیں، آپ ایسے بے ادب بچوں کو دیکھتے ہونگے کہ جو دوسروں کو اذیت دیتے ہیں لوگوں کو تنگ کرتے ہیں لیکن ان کے نادان ماں باپ نہ صرف یہ کہ ان کو تنبیہ نہیں کرتے بلکہ ایک احمقانہ ہنسی سے ان کا بے جا دفاع کرتے ہیں اور اس طرح سے ایسے کاموں میں ان کی حوصلہ افزائی کا باعث بنتے ہیں ایسے بے وقوف ماں باپ اپنی بے جا محبت سے دوستی کے لباس میں اپنے بچوں کے ساتھ بہت بڑی خیانت کے مرتکب ہوتے ہیں۔

محبت کا یہ مطلب نہیں کہ ان کی تربیت سے غافل ہو جائیں، اظہارِ محبت تربیت کا وسیلہ ہے اسے تربیت میں رکاوٹ نہیں بننا چاہیے۔ بہترین ماں باپ وہ ہیں جو بچے کی محبت کو تربیت اور تربیت کے مسئلہ کو الگ الگ کر کے دیکھیں اپنے بچوں سے خوب محبت کریں، لیکن حقیقت میں نظروں سے ان کی خوبیوں اور خامیوں پر نظر رکھیں اور نہایت سمجھداری سے ان کی اصلاح کی کوشش کریں۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ سب سے بُرا باپ وہ ہے جو اولاد سے محبت اور احسان کرنے میں حد سے تجاوز کرے۔ کتاب تاریخ یعقوبی جلد 2 صفحہ 380۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا جسے ادب سکھا دیا گیا ہے اس کی برائیاں کم ہو گئیں۔ (کتاب غرر الحکم جلد 2 صفحہ 645)۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں، میرے بابا جان نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنے بیٹے کے ساتھ جا رہا تھا، بے ادب بیٹا اپنے باپ کے ہاتھ کا سہارا لئے ہوا تھا۔ میرے والد امام زین العابدینؑ اس بے ادب بیٹے پر اتنے ناراض ہوئے کہ ساری عمر اس سے بات نہ کی۔ کتاب بحار الانوار جلد 74 صفحہ 64۔ حضرت علی علیہ

السلام ارشاد فرماتے ہیں: خود پسندی بدترین چیز ہے۔ امام علی علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا جو شخص خود پسند ہو اور بس اپنے میں مگن ہو اس کے عیب اور برائیاں اس پر واضح ہو جائیں گی۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں بدترین باپ وہ ہے جو اپنے بچے سے احسان اور مہر و محبت میں افراط اور حد سے تجاوز کرے۔ بچے کو ہمیشہ خوف اور رجاء کی کیفیت میں زندگی بسر کرنا چاہیے، اسے یہ اطمینان ہونا چاہیے کہ وہ واقعتاً ماں باپ کا محبوب ہے اور جہاں بھی ہو اس کی مدد کو دوڑیں گے۔ دوسری طرف سے معلوم ہونا چاہیے کہ جہاں بھی اس نے کوئی غلط کام انجام دیا وہاں باپ اس کا مواخذہ کرے۔

اللہ تبارک تعالیٰ ہم سب کو قرآنی تعلیمات اور آلِ محمدؐ کی سیرت کے مطابق اپنے فرائض کو انجام دینے کی توفیق عنایت فرمائیں، خداوندِ تعالیٰ ہماری اس قلیل خدمت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں۔

آمین

والسلام دُعاگو

جعفر علی سُبحانی

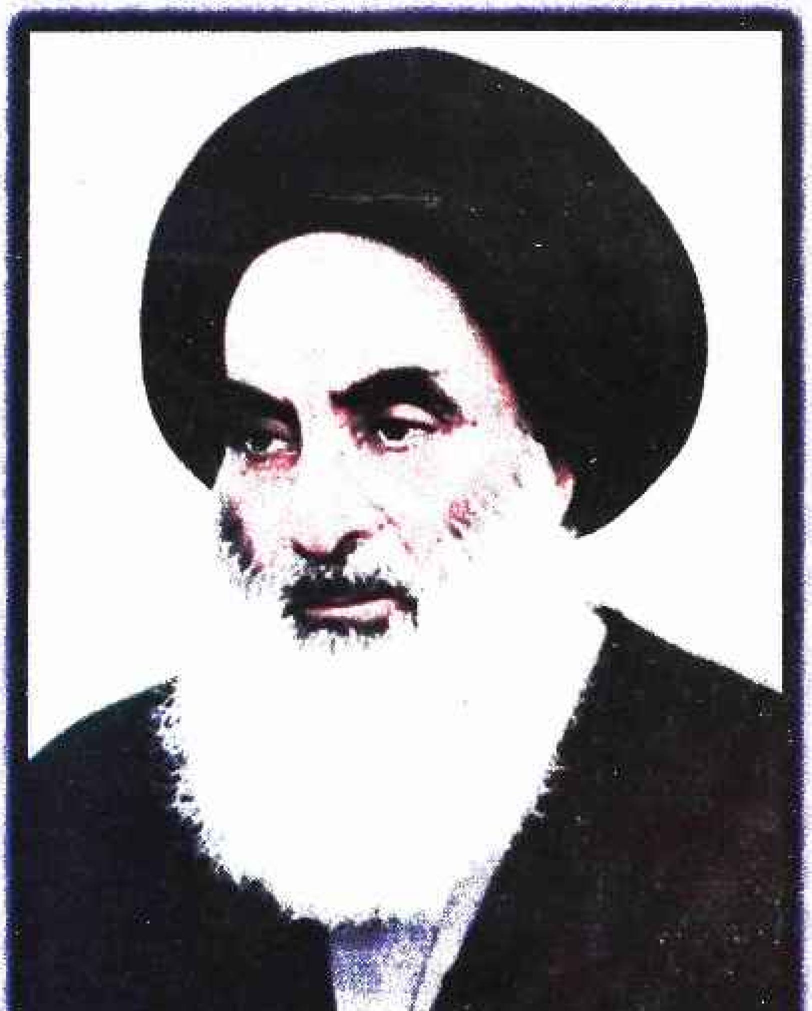

حضرت آیت اللہ العظمیٰ
السید علی حسینی السیستانی دام ظلہٗ العالی